مسلک اہلحدیث کا داعی اور ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور پاکستان

جلد ۳۵ | ۱۹ شوال ۱۴۰۴ھ | جمعۃ المبارک | ۲۰ جولائی ۱۹۸۴ء | شمارہ ۵۱

مندرجات

مدیر مسئول محمد عطاء اللہ حنیف

مدیر: حافظ صلاح الدین یوسف، علیم ناصری ایم اے

معاون: محمد سلیمان انصاری

سالانہ ــــ ۵۰ روپے
فی پرچہ ــــ ۵۰/۱ روپیہ
ممالک غیر سے : ۲۰ پونڈ

دینی علوم معارف کی جدید دانش گاہ
جامعۃ العلوم الاثریہ
جہلم میں
داخلہ
بخاری شریف کے طلبہ کے لیے خصوصی وظیفہ
نوٹ: براہِ راست معلومات کیلئے رئیس الجامعہ سے ملاقات کریں
جامعہ کا داخلہ آخر شوال تک جاری رہیگا
خوبصورت کشادہ جدید سہ منزلہ عمارت، پرفضا مقام، پرسکون ماحول۔
بہترین لائبریری، عمدہ دار المطالعہ، خورد و نوش کا نہایت اعلیٰ انتظام
کہنہ مشق، قابل، محنتی، ذہین اور سلفی العقیدہ اساتذہ کی سرپرستی۔
سعودی مبعوثین اساتذہ کی رہنمائی۔
جامعہ کا نصاب تعلیم سعودی دانش گاہوں کے عین مطابق ہے
جدید وقدیم علوم کا حسین امتزاج۔
طلبہ کی سیرت سازی کے مواقع اور تربیت پر خصوصی توجہ۔
طلبہ کو علاج ومعالجہ کی سہولتوں کے ساتھ ساتھ سعودی یونیورسٹیوں میں داخلے کے بہتر مواقع
جامعہ کو ملک کے نامور شیخ الحدیث حضرۃ مولانا پیر محمد یعقوب صاحب قریشی کی سرپرستی و رہنمائی حاصل ہے۔ نیز حضرت موصوف صحیح بخاری شریف اور آخری کلاس کے دیگر اسباق بھی پڑھاتے ہیں۔
شرائط
داخلہ بذریعہ فارم ہوگا
فارم داخلہ جامعہ کے دفتر سے مل سکیں گے۔
داخلے کے وقت اپنے والد یا سرپرست کو ہمراہ لائیں۔ یا ان کا اجازت نامہ داخلے کے فارم کے ساتھ منسلک کریں۔
داخلے کے لیے مڈل پاس یا اس کے متوازی تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے
اپنی درخواست میں سابقہ تعلیمی ادارے کی وضاحت ضروری ہے
شعبہ حفظ میں داخل ہونے والے طلبہ کے لیے ناظرہ کا فارغ ہونا ضروری ہے
خط وکتابت اور تحریری رابطہ کے لیے درج ذیل پتہ نوٹ فرمائیں
الداعی الی الخیر (حافظ) عبد الغفور رئیس العام جامعہ علوم اثریہ جہلم
فون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی

"قصص القرآن" نامی فلم کی شرعی حیثیت

قرآن کریم کے واقعات کی مصور فلم بنانا، دیکھنا اور دکھانا ہرگز جائز نہیں، بلکہ قرآن کریم کی بے حرمتی کی بنا پر اس عمل میں شدید وبال کا اندیشہ ہے، اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ قرآن کریم کے مضامین جس عظمت و جلال کے حامل ہیں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان مضامین کو قرآن کریم ہی کے الفاظ میں پورے ادب و احترام کے ساتھ پڑھا یا سُنا جائے، اس کے برعکس پیشہ ور اداکاروں اور بہروپیوں کو مقدس شخصیتوں کی مصنوعی شکل میں پیش کرکے ان سے قرآن کریم کے بیان کردہ واقعات کی مصنوعی نقالی کرنا آیاتِ قرآنی کو کھیل تماشہ بنانے کے مرادف ہے جو بنصِ قرآنی حرام ہے۔

۲:۔ کوئی فلم جانداروں کی تصاویر سے خالی نہیں ہوتی، اور جانداروں کی تصاویر بنانا، دیکھنا اور دکھلانا شرعاً جائز نہیں، لہٰذا قرآنی مضامین کو ایسے ذرائع سے پیش کرنا، درجنوں احادیث کی رُو سے نہ صرف حرام بلکہ قرآن کریم کی توہین کے مرادف ہے۔

۳:۔ واقعات کی فلم اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس میں عورتوں کے کردار نہ ہوں۔ چنانچہ مذکورہ فلم میں بھی یہ کردار موجود ہیں اور خواتین کا بے حجاب مردوں کے سامنے آنا یا ان کی تصاویر کا بلا ضرورت نامحرموں کو دکھلانا قرآن و حدیث کی رُو سے بالکل ناجائز ہے اور اس ناجائز کام کو قرآن کریم کے مضامین کو بیان کرنے کے لئے ذریعہ بنانا بھی نہ صرف حرام بلکہ معاذ اللہ قرآن کریم کی توہین کے مرادف ہے۔

۴:۔ کسی سچے سے سچے واقعہ کو بھی جب فلم کی شکل دی جاتی ہے تو اس میں فلم ساز کے فرضی تخیلات کی آمیزش ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر عموماً کوئی فلم تیار نہیں ہو سکتی، فلم ساز کو ایک مربوط فلم بنانے کے لئے لامحالہ واقعات کے خلاء کو اپنے فرضی قیاسات سے پُر کرنا پڑتا ہے اور کچھ نہیں تو متعلقہ اشخاص کی شکل و شباہت، ان کی تعداد، ان کے اندازِ نشست و برخواست، ان کے اردگرد پائے جانے والے ماحول، پس منظر اور ان کی عادات و خصائل کو لازماً قیاسی مفروضات سے ممتاز نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا یہ سارے قیاسات قرآن کریم ہی کی طرف منسوب کئے جائیں گے جو قرآن کریم کی معنوی تحریف کے مشابہ ہے۔
زیرِ بحث فلم کے بارے میں بھی ذمہ دار فلم دیکھنے والوں نے بتلایا ہے کہ اس میں قرآن کریم کے بیان کردہ واقعات کے ساتھ بہت سی اسرائیلی روایات اور فرضی تخیلات کو قرآنی واقعات

طابع۔ چوہدری عبدالباقی نسیم ● مطبع ادمن پرنٹرز۔ لاہور ● ناشر محمد عطاء اللہ حنیف ● مقام اشاعت ● شیش محل روڈ، لاہور

کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔ اور جن ناواقف لوگوں کو قصص القرآن سے واقف کرانے کے مزعومہ شوق میں یہ فلم دکھلائی جا رہی ہے، ان کے لئے قرآن اور غیر قرآن میں امتیاز کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ وہ اس سارے مجموعہ ہی کو قرآنی مضامین سمجھیں گے اور ان کو قرآن کریم کے بارے میں اس سنگین غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہوگی جو اس فلم کو بنانے یا دکھانے کے ذمہ دار ہیں۔

۵:- قرآن کریم کے بیان کردہ واقعات میں بہت سے مقامات پر ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن کی ایک سے زیادہ تشریحات ممکن ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک تشریح کو یقینی اور قطعی طور پر کسی دوسرے احتمال کے بغیر قرآن کریم کی حقیقی مراد قرار دینا جائز نہیں۔ مفسرین جب ایسی آیات کی تشریح کرتے ہیں تو عام طور سے ممکنہ احتمالات ذکر کر دیتے ہیں ورنہ کم از کم کسی نہ کسی صورت سے یہ واضح کر دیتے ہیں کہ اتنی بات قرآن کریم کی ہے اور اتنی تفسیر کی تاکہ قرآن کا غیر قرآن سے ملتبس ہونا لازم نہ آئے۔ یہ صورت فلم میں کسی طرح ممکن نہیں بلکہ فلم ساز کے ذہن میں مذکورہ آیت یا واقعہ کی جو تفسیر ہے صرف اسی کو لازماً قرآنی مضمون کی شکل میں اس طرح پیش کیا جائے گا کہ اس میں کوئی دوسرا احتمال نہیں ہوگا۔ اور فلم کے زور سے اسی تفسیر کا نقش ذہن پر اس طرح قائم کر دیا جائے گا کہ گویا اس فلم میں بیان کردہ تصور عین قرآن ہے۔ یہ صورت بھی قرآن اور غیر قرآن کے درمیان التباس پیدا کرنے کا موجب ہے اس لئے بھی یہ فلم بالکل ناجائز ہے۔

۶:- فلم کا اصل منشاء تعلیم و تبلیغ نہیں ہوتا، بلکہ تفریح طبع اور کھیل تماشوں سے لذت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس فلم کو دیکھنے والے دراصل تفریح طبع کی غرض سے فلم دیکھیں گے نہ کہ علم، عبرت یا نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے، جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ اگر یہی مضامین اپنی اصلی صورت میں وعظ و تذکیر کے لئے بیان کئے جاتے تو یہ لوگ اس میں شریک ہونے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ اور قرآنی مضامین کو سننے سنانے کا مقصد اصلی کھیل تفریح کو بنا لینا کسی طرح جائز نہیں۔ بلکہ اس کا مقصد اصلی عبرت اندوزی ہے، اس کے ضمن میں اگر تنشیط و تفریح بھی حاصل ہو جاتے تو اور بات ہے، لیکن کھیل تفریح کو اصل قرار دے کر اسی کو مقصد اصلی بنا لینا ہرگز جائز نہیں۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر نیز دوسرے متعدد مفاسد کے پیش نظر ایسی فلم بنانا، دیکھنا، دکھانا سب ناجائز ہے، مسلمانوں کو اس سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا چاہیئے اور حکومت کا بھی فرض ہے کہ نہ صرف یہ کہ ایسی فلمیں دکھانے سے باز رہے، بلکہ آئندہ اس قسم کی فلموں کی نمائش کا مکمل طور پر سدباب کرے۔

(ماہنامہ "البلاغ" کراچی)

الاعتصام

مذکورہ بالا وجوہات اس "قصص القرآن" نامی فلم کی حرمت و شناعت کے لئے بالکل واضح ہیں جو پہلے کراچی کے ٹیلیویژن اسٹیشن سے اور پھر اس کے بعد لاہور سے ٹیلی کاسٹ کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مکتب فکر کے علماء نے اس پر احتجاج کیا ہے اور اس حرکت کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔

لیکن یہ بات بڑی افسوسناک ہے کہ حکومت نے اس احتجاج کو قرار واقعی اہمیت نہیں دی۔ حالانکہ یہ احتجاج ملک کے انتہائی اہم طبقے کی طرف سے کیا گیا تھا۔ نیز اس کا تعلق بھی براہ راست قرآن اور انبیاء علیہم السلام کی توہین سے تھا۔ علاوہ ازیں مذہبی جذبات اس سے وابستہ تھے۔

ہم حکومت سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ قبل اس کے کہ یہ دل آزار اور دشمن اسلام حرکت کسی سخت احتجاج کا روپ دھارے حکومت اس کا فوری نوٹس لے اور آئندہ اس قسم کی فلم بندی کی واضح ممانعت کا اعلان کرے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، ایڈیٹر "محدث" بنارس ہند

جب کسی قوم کا مزاج بگڑ جاتا ہے

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کا جو واقعہ مذکور ہے، اُسے معتبر کتب تفاسیر، انجیل برناباس وغیرہ کے بیانات کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ اور حق گوئی و رہنمائی سے تنگ آکر یہ فیصلہ کیا کہ ان کا کام تمام کر دیا جائے۔ اس مقصد کے تحت اُنہوں نے بیت المقدس کے حاکم سے ایسی شکایات کیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے پر آمادہ ہو گیا اور اس کی پولیس اس مکان میں جا گھسی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام رات گزارنے کے لئے آرام فرما رہے تھے۔ اس جگہ تک پولیس کی راہنمائی کرنے والا خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شاگرد تھا جس کا نام یہودا اسخریوطی تھا۔ اُس نے تیس روپے کے عوض یہ غداری کی تھی۔ عین اُس وقت جب کہ پولیس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لئے مذکورہ مکان میں داخل ہو رہی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک جھروکے سے آسمان پر اٹھا لیا۔ اور غدار شاگرد کی آواز اور شکل و صورت سب کچھ بعینہٖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی کر دی، اس لئے پولیس نے اُسی کو گرفتار کر لیا۔ اور اُس کی چیخ و پکار، واویلا اور فریاد پر بالکل کان نہ دھرا۔ موافق و مخالف ہر دیکھنے والے نے حتیٰ کہ حضرت عیسیٰؑ کے دوسرے شاگردوں نے بھی یہی سمجھا کہ حضرت عیسیٰ گرفتار ہوئے ہیں۔ اور اسی لئے عیسائی آج تک یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی گرفتار ہوئے تھے اور انہیں کو سولی دی گئی تھی۔

اس کے بعد جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر گرفتار کئے گئے شخص کو پھانسی دے دی گئی تو یہود نے بڑے جوش اور فخر کے ساتھ گویا خوشی سے سینہ ٹھونک ٹھونک کر کہا۔ "اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ" یعنی "ہم نے اللہ کے رسول عیسیٰ بن مریم مسیح کو قتل کر دیا"۔

یہودیوں کا یہ قول قرآن مجید نے نقل کیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے کی جو کوشش کی تھی وہ کسی غلط فہمی پر مبنی نہ تھی، یعنی ایسا نہ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ حقیقت کو سمجھ نہ سکے تھے اور انہیں غلط و بدکار یا ہنگامہ خیز و فتنہ انگیز انسان سمجھتے تھے، اس لئے ان کے قتل کے درپے تھے بلکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ اللہ کے رسولؑ ہیں۔ اور وہ جانتے تھے کہ یہ مسیح ہیں۔ یعنی اللہ کی طرف سے خلقِ خدا کی ہدایت و رہنمائی پر مامور ہیں لیکن ان کا مزاج اس حد تک بگڑ چکا تھا کہ اپنی گمراہیوں، غلط کاریوں اور بداعمالیوں پر شرمندہ ہونا اور اس سے باز آنا تو درکنار انہیں یہ بھی گوارا نہ تھا کہ کوئی بھلا مانس آدمی انہیں ان کی بُرائیوں پر ٹوکے اور ان کی غلط کاریوں سے ہٹا کر انہیں راہِ راست پر لانے کی کوشش کرے۔ ان کی کج فکری اس مقام کو پہنچ چکی تھی کہ وہ اپنے سماج میں ایک خطرناک ڈاکو کو تو جگہ دینے کے لئے تیار تھے لیکن ایسے نیکوکار انسان کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے جس کے متعلق انہیں خود یقین تھا کہ یہ اللہ کا رسول و پیغمبر ہے۔ اور اس کی طرف سے ہدایت و رہنمائی کے کام پر مامور ہے اور اس کی پیروی کر کے جنت کی نعیم ابدی سے سرفراز و بہرہ مند ہوا جا سکتا ہے۔

یہ کسی کافر قوم کا حال نہیں بیان کیا جا رہا ہے بلکہ یہ اس قوم کا حال تھا جو اپنے وقت کی واحد مسلمان قوم تھی، جس کے پاس اللہ کی کتاب توریت تھی اور جو توحید و رسالت اور آخرت وغیرہ کی ساری باتوں پر ایمان رکھنے کی مدعی تھی۔ اس مسلمان قوم کے بگاڑ کا جو نتیجہ اور حشر ہوا وہ بھی معلوم و معروف ہے۔ اس واقعے کے صرف کوئی چالیس سال بعد ۷۰ء میں رومیوں نے بیت المقدس پر حملہ کرکے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، کعبۂ یہود یعنی ہیکل سلیمانی کی ایک ایک اینٹ اکھاڑ کر پھینک دی، پورا شہر مسمار کر دیا۔ ایک لاکھ ۳۳ ہزار یہودیوں کا قتل عام کیا۔ ہزار ہا افراد کو کھیل کود کے میدان میں تلواروں کا تختۂ مشق بنانے یا جنگلی جانوروں سے پھڑوانے کے لئے گرفتار کر لیا۔ ہزاروں کو جبری بے گار پر لگایا، ۶۷ ہزار کو غلام بنایا اور باقی بچے کھچے یہودیوں کو پوری دنیا میں ذلت کی ٹھوکریں کھانے کے لئے تتر بتر کر دیا۔ اسے قرآن مجید (سورۂ بنی اسرائیل) میں اللہ کا عذاب اور اس کا قہر بتلایا گیا ہے۔

اس واقعے سے کئی صدیوں پہلے بھی اس قوم کو اسی طرح کے ایک خونیں قہر الٰہی سے گزرنا پڑ چکا تھا۔ ۵۸۷ ق م میں بخت نصر نے ایک سخت حملہ کرکے یہودیوں کے ملک کو تہ و بالا کر دیا تھا، چھوٹے بڑے تمام شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ کعبۂ یہود یعنی ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس کو اس طرح مسمار کیا تھا کہ اس کی ایک اینٹ بھی باقی نہ بچی تھی۔ یہودیوں کا قتل عام تقریباً اسی ڈھنگ سے ہوا تھا جس کا نمونہ مذکورہ بالا واقعہ میں پیش کیا گیا ہے۔ بخت نصر کے ہاتھوں تباہی کا یہ واقعہ بھی تقریباً ویسے ہی حالات اور فساد و بگاڑ کے بعد پیش آیا تھا جس کا نمونہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ یہودیوں کی مشہور کتاب تلمود میں لکھا ہے کہ بخت نصر نے بیت المقدس فتح کرنے کے بعد ہیکل سلیمانی کی سیر کی۔ ہیکل میں ٹھیک قربان گاہ کے سامنے اسے دیوار پر ایک جگہ تیر کا نشان دکھائی پڑا۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ کیسا نشان ہے؟ یہود نے جواب دیا کہ ہم نے یہیں زکریا نبی کو قتل کیا تھا کہ وہ ہمیں ہماری برائیوں پر ٹوکتا اور ملامت کرتا تھا، ہم اس کی ملامتوں سے تنگ آچکے تھے، اس لئے ہم نے اسے قتل کر ڈالا۔ حضرت زکریا کے قتل کئے جانے کا یہ واقعہ اجمال و تفصیل کے فرق کے ساتھ کتب بائبل میں سے تواریخ سلاطین اور بعض اناجیل میں بھی مذکور ہے۔

بہرحال اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلی تباہی اور قہر الٰہی کے موقع پر جب کہ بخت نصر کے ہاتھوں یہود پر عذاب کا کوڑا برسا تھا، یہود کا مزاج بگڑ کر فساد اور خرابی کے ٹھیک اسی مقام پر پہنچ گیا تھا جس مقام پر دوسری تباہی کے وقت پہنچا تھا، جب کہ انہیں رومیوں کے ہاتھوں پامال کیا گیا۔ یعنی غلط کاری پر ان کی جرأت و جسارت اس قدر بڑھ چکی تھی اور بدکاری و حرام کاری کے سلسلہ میں ان کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہو چکا تھا کہ وہ زیادہ دیر تک کسی ناصح کی نصیحت اور ٹوکنے والے کی ملامت سننے اور برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ انجیل متی کی زبانی حضرت مسیح کے واقعے کی جو تفصیلات نقل کی گئی ہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کردار و عمل کا یہ فساد اور بگاڑ صرف عوام اور جاہل طبقے تک محدود نہ تھا بلکہ اہل علم اور علمبرداران دین میں بھی سرایت کر چکا تھا بلکہ اصل اور بڑے پیمانے کا فساد اور بگاڑ تو انہیں کے اندر تھا اور اپنے پیغمبر کو قتل کرانے کی کوششوں میں یہی پیش پیش رہتے ہوئے عوام کی رہنمائی و قیادت کر رہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی قوم کے برے دن آتے ہیں تو اس کا ذمہ دار، سربراہ اور دین کا اجارہ دار طبقہ کچھ زیادہ ہی بگڑ جاتا ہے۔ وہ اپنے جسم و لباس، ظاہری ٹیپ ٹاپ، رکھ رکھاؤ اور سج دھج کے اعتبار سے تو بڑا خوش منظر، دیندار، مقدس اور پارسا نظر آتا ہے۔ لیکن شاطرانہ چالبازی، ہیر پھیر، دھوکے بازی، داؤں، پیچ، جھوٹ، غلط بیانی، دنیا پرستی، محاسبۂ الٰہی سے بے نیازی، باہمی بغض و حسد اور کردار و عمل کی دوسری بیشمار کمزوریوں اور خرابیوں میں اس طرح جکڑ جاتا ہے کہ وہ اندر ہی اندر بالکل کھوکھلا ہو کر رہ جاتا ہے اس کا ظاہر جتنا مقدس اور پاکیزہ نظر آتا ہے[۴]

۴ باطن انتہائی کریہہ اور مکروہ

آج آپ سیّد احمد شہیدؒ کی دعوت کے امین بنائے جا رہے ہیں!

احمدیہ سلفیہ کے جلسہ دستار بندی میں مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کا خطاب

مدرسہ احمدیہ سلفیہ، ہندوستان میں اہلحدیث کے قدیم ترین مدارس میں سے ہے جس کو حضرت شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ کے ایک نامور شاگرد مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی نے ۱۸۹۰ء میں بمقام آرہ قائم کیا تھا، اس وقت اس کا نام صرف مدرسہ احمدیہ تھا، اور اس کے لئے جلسۂ مذاکرۂ علمیہ کے نام سے ایک مجلس بنائی جس کا سال بہ سال جلسہ آرہ میں ہوتا تھا۔ مولانا سیّد سلیمان ندوی مرحوم مولانا آروی کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"وہ نہایت خوش گوار اور پُر درد واعظ تھے۔ وعظ کہتے تو خود روتے اور دوسروں کو رُلاتے، نئی باتوں میں سے اچھی باتوں کو پہلے قبول کرتے۔ چنانچہ نئے طرز پر انجمن علماء اور عربی مدرسہ اور اس میں دارالاقامہ کی بنیاد کا خیال ان ہی کے دل میں آیا۔۔۔۔۔ سفر حجاز میں ۱۳۲۲ھ میں انتقال فرمایا" (حیات شبلی، ص ۳۰۸)

یہی مدرسہ بعد میں "احمدیہ سلفیہ" کے نام سے آرہ سے دربھنگہ (شمالی بہار) منتقل ہوگیا۔ جہاں اب بھی بحمداللہ دینی خدمات کا سلسلہ اس کے ذریعے سے قائم ہے اور جلسۂ مذاکرۂ علمیہ کا اہتمام بھی حسب توفیق جاری ہے۔ چنانچہ امسال ۲۴-۲۵-۲۶ مارچ ۱۹۸۴ء کو جلسۂ مذاکرۂ علمیہ کا پچیسواں اجلاس ہوا جس میں علمائے کرام کی تقاریر اور مواعظ کے علاوہ مدرسے سے ۱۹۷۶ء سے ۱۹۸۳ء تک فارغ ہونے والے ۱۰۵ علماء اور ۹ حفاظ کی دستار بندی بھی مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کے دست مبارک سے ہوئی۔ حضرت مولانا ندوی حفظہ اللہ نے اس موقع پر نئے فارغ ہونے والے علماء کو جو خصوصی خطاب فرمایا وہ ذیل میں افادۂ عام کی غرض سے بالخصوص علمائے کرام کے استفادہ و مطالعے کے لئے پیش کیا جا رہا ہے (ادارہ)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیّنا محمد عبدہٖ و رسولہ وازواجہ وذریاتہ واھل بیتہ اجمعین ومن اتبعھم باحسان ودعا بدعوتھم الی یوم الدین۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

حضرات اساتذہ کرام! اور عزیز طلبہ، میں دو باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ بچپن سے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ گھٹی میں، جن لوگوں کے نام محبت وعظمت کے ساتھ پڑے اور یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ واقعی گھٹی میں پڑے۔ ان میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء بالخصوص مجاہدین باصفا کے علاوہ کہ یہ تو گھر کی چیز تھی، حضرت مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب کا نام ہے۔ اور جب پڑھنے لکھنے لگا تو مولانا عبدالعزیز صاحب کا نام اس میں شامل ہوا۔ حضرت مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب کا ہمارے خاندان سے بڑا قریبی تعلق رہا ہے۔ ہمارے جدِ مادری سیّد ضیاء النبی صاحب، جو حضرت سیّد صاحبؒ کے سلسلہ کے آخری بزرگوں میں سے صاحب نسبت و صاحب باطن تھے۔ ان کے پاس وہ آیا کرتے تھے۔ اور خود میرے گھر میں جو انقلاب

آیا، وہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب کی تقریر سے آیا۔ میری والدہ سنائی تھیں کہ ہمارے خاندان میں جدید تعلیم کا رواج تھا۔ میرا ددھیال الحمدللہ خالص مولویوں کا خاندان ہے۔ اور اس میں جائداد و زمین نہ ہونے کے برابر ہے۔ لیکن میرے ننھیال کا بڑے زمینداروں میں شمار ہوتا تھا۔ اور اگرچہ بزرگوں کے اثرات چلے آ رہے ہیں، لیکن پھر بھی ہر چیز اپنا ایک اثر رکھتی ہے۔ اذا ثبت الشئ ثبت بلوازمہ زمینداری آئی اور بڑی زمینداری آئی اور میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس کا شجرۂ نسب ہمارے جا ملتا ہے اور آپ ہی کے قریب کے ضلع مظفر پور سے ملتا ہے۔ میرے جد مادری میری والدہ کے حقیقی دادا مولوی سعیدالدین صاحب رائے بریلوی جو سید صاحب سے بیعت کا تعلق رکھتے تھے۔ وہ یہاں رہے۔ انہوں نے وکالت کی احتیاط کے ساتھ جو اس زمانہ میں ممکن تھی، اس سے جائداد پیدا کی۔ مظفر پور میں۔ میں جب مظفر پور سے گذر رہا تھا، مجھے بچپن سے یہ بات معلوم تھی تو وہ یاد تازہ ہوگئی۔ میں نے مظفر پور کا نام شروع سے سنا تھا تو زمینداری کے سوا دِ پڑھے۔ لیکن مولانا ابراہیم کی تقریر سے دنیا بدل گئی۔

مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب ان لوگوں میں تھے جو عمل بالحدیث کے ساتھ تعلق مع اللہ اور نسبت باطن رکھتے تھے، اور یہ خصوصیت خاندان صادق پور کی ہے۔ اور صادق پور کا سلسلہ سید صاحب کی تحریک سے جا ملتا ہے۔

حضرت سید صاحب کی تحریک چار چیزوں کی جامع تھی۔

(١) توحید خالص۔ الا للہ الدین الخالص

(٢) اتباع سنت: آپ پڑھئے مولانا ولایت علی کے حالات، مولانا یحییٰ کے حالات، اولیائے متقدمین کے حالات۔ آپ کو نظر آئیں گے۔ تزکیۂ نفس اور تقویٰ کا تذکرہ جو آپ کتابوں میں پڑھتے ہیں ان کی زندگی میں آپ کو نظر آئے گا، میں سچ کہتا ہوں، ان کی سیرت پڑھنے سے آپ کی نمازوں کی کیفیت بدل جائے گی۔ میں نے خود اس کا بار بار تجربہ کیا ہے۔

(٣) نسبت مع اللہ: دوام ذکر، اور خدا کے ساتھ ہر وقت تعلق

(٤) اعلاء کلمۃ اللہ جو اگر کبھی جہاد بالسیف کا تقاضا رہے تو جہاد بالسیف، جہاد و قتال میں جو نسبت ہے عموم و خصوص کی ہے۔ اہل علم جانتے ہیں قتال اخص ہے جہاد سے۔ جہاد کبھی کبھی قتال کی نوع میں ظاہر ہوتا ہے، اس وقت وہی افضل جہاد ہوتا ہے۔ لیکن جہاد اس سے وسیع ہے وہ بغیر سیف کے بھی ہوتا ہے اور مدتوں ہوتا رہتا ہے۔ یہ سب جہاد میں شمار ہوتا ہے۔ بغرض ان چار چیزوں کا مجموعہ تھی۔ سید احمد شہید کی جماعت۔

میں نے دیوبند کے جشن صد سالہ میں الفاظ کے تھوڑے اختلاف کے ساتھ یہ بات کہی کہ ان جماعتوں کو جن کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی جماعت سے ہے، اور حضرت سید صاحب کی جماعت سے، خواہ وہ جماعتیں اہل حدیث حضرات کی ہوں، یا ان میں سے ہوں جو اپنے کو دیوبندی کہلاتے ہیں۔ ان سب جماعتوں کو ہمیشہ یہ احتساب کرتے رہنا چاہئے کہ ہم اس سے منحرف تو نہیں، یا خدانخواستہ ہم اس سلسلے میں افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض کے تو مرتکب نہیں ہو رہے ہیں۔؟ یا ہم نے ایک جزء کو پکڑ لیا۔ اور دوسرے جزء کو چھوڑ تو نہیں دیا؟ یہ اسلاف کی امانت ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اس وقت کی پیش کی گئی رپورٹ میں اس کی طرف بلیغ انداز میں اشارے بھی کئے گئے، تو میں ایک بات عام جماعتوں سے یہ کہتا ہوں کہ سید صاحب کی جماعت کی یہ جو چار خصوصیات تھیں، توحید خالص اور اتباع سنت کا خاص رنگ یعنی احادیث کا تتبع اور ان پر عمل کرنے کی کوشش، اس میں آپ میں اور متبعین سنت کے دوسرے گروہوں میں لون کا تھوڑا سا فرق تو ہو سکتا ہے، اجتہاد کا فرق تو ہو سکتا ہے، لیکن یہ سب اتباع سنت کے قائل ہیں۔ عامل ہیں اور اس کے لئے کوشاں ہیں۔ اور تیسری چیز تعلق مع اللہ ہے۔ یعنی عوام کے تعلق سے کچھ زیادہ تعلق۔ ایک طرح کا تعلق اور عمومی ولایت ہر ایک کو حاصل ہے۔ جیسا کہ محققین اور عارفین کہتے ہیں کہ ہر مسلمان کو ولایت عامہ حاصل ہے، لیکن اللہ کے ساتھ خصوصی ولایت اور اس کے ساتھ محبت جسے قرآن میں کہا گیا ہے۔ وَيُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔

اور کہا گیا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ،،

یہی چیزیں عمر بھر اس جماعت کا شیوہ رہیں۔

سن لیجئے! میں ایک مؤرخ اور اس جماعت کے امین کی حیثیت سے آپ کو بتلا رہا ہوں کہ یہ جو آپ کے اوپر دستار باندھی جا رہی ہے، آپ کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ اس کے ساتھ کیا کیا چیزیں بندھ گئیں، اور جو خصوصیات ذکر ہوئیں وہ ساری چیزیں اس دستار کے باندھنے میں آگئیں۔ اگر کوئی آنکھ دیکھنے والی ہو تو وہ دیکھ سکتی ہے وہ ساری چیزیں اس دستار کے تار و پود اور تانے بانے میں ہیں، آپ کو اس دستار کے مشتملات اور مضمرات کی حفاظت کرنی ہے۔ اس دستار کے بندھنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ بالکل فارغ ہو گئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چاروں چیزوں کے لئے آپ کو پوری زندگی وقف کرنی ہے اور انہیں زندہ کرنا ہے۔ انہیں چاروں چیزوں کے ساتھ اللہ کا وہ مقبولیت کا معاملہ تھا۔ انہیں خصوصیات کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے متبعین میں وہ تاثیر اور کیمیا اثری رکھی تھی کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔

میں ابھی مدراس گیا وہاں سے مجھے " الذکر الجلی فی کرامات السید محمد علی الرامپوری،، کا ایک نایاب نسخہ مجھے ملا، حضرت مولانا سید محمد علی صاحب، سید صاحب کے کبار خلفاء میں سے تھے۔ میں پڑھ کر حیران تھا کہ یا اللہ کیسی تاثیر ملی تھی حضرت سید صاحب کو اور ان کی جماعت کے متبعین کو، اللہ اکبر، کلمہ نہیں نکل رہا ہے، انتقال ہو رہا ہے، سارا گھر پریشان ہے، کوشش کی جا رہی ہے اور کلمہ نہیں نکل رہا ہے زبان سے۔ حضرت مولانا سے ذکر کیا، انہوں نے کہا کہ گھبرائیے نہیں، میں ابھی چلتا ہوں، بدعتیوں کا گھر ہے آپ کے ساتھ بہت برا معاملہ کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا کوئی بچہ ہے، اس گھر کا۔ اس کو بلا دیجئے، بچے کو بلایا اور کہا کہ دیکھو، سرہانے کھڑے ہو کر یہ الفاظ کہو، ان الفاظ کا کہنا تھا کہ زور زور سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کہنے لگے، سارا گھر گونج گیا، لوگ حیران تھے کہ کیا وجہ ہے؟ لکھا ہے کہ جو لوگ وہاں تھے کہنے لگے کہ دیکھو جو لوگ صحیح سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں ان کا خاتمہ کس طرح ہوتا ہے

دیکھو ہم اس طرح کلمہ پڑھتے ہیں، ہم اس طرح ایمان کی دعوت دیتے ہیں، جیسے ایک ہوا چل گئی ہے، انقلاب عظیم آگیا۔ معاصی سے نفرت بدعات سے اجتناب۔ ابھی شرک سے توبہ کیا ہے۔ ابھی ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے اور آن کی آن میں شرک سے ایسی گھن آنے لگی کہ جو کسی گندی سے گندی چیز سے آتی ہے۔ یہ سب ان چار چیزوں کے اجتماع کا اثر تھا۔ اور اصل بات یہ کہ اللہ کو ان سے کام لینا تھا۔

تو عزیزو! ایک بات تو یہ ہے کہ اس دستار کا یہ مطلب نہیں کہ پڑھنے پڑھانے بیٹھ جاؤ، بلکہ ان خصوصیات کو پوری ملت اسلامیہ کی طرف منتقل کرو۔ میں دینی جماعتوں اور ان کی تاریخ اور ان کی تاثیر سے بیگانہ نہیں ہوں۔

"بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے"

میں نے بہت سی جماعتیں دیکھی ہیں لیکن واللہ اس جماعت جیسی تاثیر میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ یہ تاثیر اور قبولیت توحید خالص، اخلاص اور اتباع سنت کا کرشمہ تھی، عزیزو! تم اس کی کوشش کرو کہ اس کا کوئی حصہ تمہیں بھی ملے کہ " اس میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے" ان کی محبت اور ان کے مشن کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے یہ جتنے مدرسے اور مسلک ہیں، یہ پڑھنے پڑھانے کے کارخانے نہیں ہیں۔ حضرت سید سلیمان ندوی نے مولانا گیلانی سے کہا تھا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ حضرت مولانا نانوتوی نے اس مدرسہ کو پڑھنے پڑھانے کے لئے قائم کیا تھا؟ یہ چھاؤنی تھی چھاؤنی۔ جب ۱۸۵۷ء میں ہم نے سیاسی طور پر شکست کھائی تو ہم نے اس کی تلافی کے لئے قلعے بنائے یہاں سے تیار ہو کر فوج نکلے گی جو ملت اسلامیہ کو بچائے گی جو زمین قبضہ سے نکل گئی ہے وہ زمین واپس لائے گی۔

باتیں تو کہنے کی بہت سی ہیں لیکن میں آپ سے خاص طور پر ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں، خدا کرے کہ اپنے اصلی اور صحیح رنگ میں سمجھی جائے اور وہ یہ کہ ہر دور میں جاہلیت اپنے آشیانے بناتی ہے۔ کبھی شرک اپنا آشیانہ بناتا ہے۔ لیکن اس زمانہ کے اہل نظر پر اللہ تعالیٰ یہ بات منکشف کرتا ہے کہ جاہلیت کی چڑیا اس آشیانہ میں چھپی ہوئی ہے۔ جیسا کہ قصوں میں کہا جاتا ہے کہ فلاں جن کی روح چھپی ہے۔ اس

چڑیا کے اندر جو سات قلعوں کے اندر رہے، پھر ان قلعوں کے بعد ایک آشیانہ ہے۔ اور اس آشیانہ میں ایک چڑیا ہے، اس کے اندر جن کی روح چھپی ہوئی ہے۔ اس طرح جاہلیت کبھی کبھی کسی چیز کو اپنا ہدف اور نشانہ بنا لیتی ہے۔ اور اس میں چھپ جاتی ہے۔ اور ابتلائے عام ہوتا ہے کہ لوگ اس کے شکار میں آجاتے ہیں، جیسا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کوئی ایسا درخت تھا جس سے لوگوں کے عقائد خراب ہو رہے تھے۔ اور وہ شرک کا مظہر بن گیا تھا، حضرت عمرؓ نے اس کو کٹوا دیا، یہاں تک کہ دل پر پتھر رکھ کر بیعت رضوان کے درخت کو کٹوایا اور توحید کا یہی تقاضا سمجھا۔ اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ طائف کا وہ بت جسے لوگ گرانے سے ڈر رہے تھے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو گرانے کے لئے بھیجا اور کہا کہ مجھے اس کے گرانے کی بشارت دینا، چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اسی طرح سے ہر زمانہ میں کچھ بت ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جن سے کام لینا چاہتا ہے ان کی نگاہیں کھول دیتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے زمانہ میں وحدۃ الوجود کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ہمہ اوست کی جو آخری شکل ہو سکتی ہے حضرت مجدد صاحب نے اس کو ہدف بنایا اور اس کو کمزور کر کے دم لیا۔ اس وقت سے وہ اپنی طاقت کھو چکا ہے۔ بدعات حسنہ کا ایک فتنہ تھا، جس چیز کو چاہا کہہ دیا کہ یہ بدعت حسنہ ہے، اور یہ کہ صاحب بدعت کی دو قسمیں ہیں (۱) بدعت سیئہ (۲) بدعت حسنہ، حضرت مجدد صاحب نے کہا کہ جب اللہ کے رسولؐ نے کہہ دیا کہ "کل بدعة ضلالة" تم کون ہوتے ہو کہ یہ کہو "بعض البدعة حسنة وبعض البدعة سیئة" انہوں نے کہا کہ مجھے صاف نظر آتا ہے کہ بدعت دافع سنت ہے، بدعت آتی ہے تو اپنی جگہ بنا لیتی ہے اور سنت کی جگہ لے لیتی ہے۔ اسی طرح سے حضرت شاہ ولی اللہ کا دور آیا تو انہوں نے اور حضرت سید صاحب کا دور آیا تو انہوں نے بھی دیکھا کہ ان بدعتوں میں شرک پناہ لے رہا ہے، اور ان جگہوں سے لوگوں کے عقائد خراب ہو رہے ہیں، وہ جاہلیت میں مبتلا ہو رہے ہیں، اور فوراً ان پر پوری ضرب لگائی، ایک عام بات تو یہ دیکھی کہ بہار اور کلکتہ میں جگہ جگہ امام باڑے گرائے جاتے تھے۔ اور اسی کا پلاؤ کھلایا جا رہا تھا، ان حضرات نے تعزیے کی کھپچیوں سے کمر بند ڈالنے والی لکڑی کا کام لیا۔ کوئی پوچھے کہ صاحب ان باتوں سے کیا فائدہ؟ فائدہ یہ کہ یہ حضرات سمجھتے تھے کہ اس وقت اشارہ الٰہی کیا ہے، اور اس وقت کا فتنہ کیا ہے۔ پھر ایک وقت وہ آیا جب معقولی علماء اور اطراف لکھنؤ کے بعض فقہاء نے کہا کہ حج کے بارہ میں قرآن میں ہے "من استطاع الیہ سبیلاً" شرط یہ ہے امن ہو راستہ کا، امن نہیں ہے، سمندر کا سفر ہے، بادبانی جہاز ہیں۔ اور ان پر پرتگیزی حملہ کرتے ہیں، اس لئے اب ہندوستانی مسلمانوں کے ذمہ سے حج ساقط ہو گیا۔ اس فتنہ نے اتنا طول کھینچا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے پاس لکھنؤ کی سرائے سے مفتی فیض الدین صاحب نے خط بھیجا، اور میں نے اس کا جواب پڑھا ہے، کہ صاحب یہاں دو آدمی آئے ہوئے ہیں، ایک کا نام مولانا عبدالحئی صاحب بڈھانوی ہے اور دوسرے کا نام مولوی اسماعیل دہلویؒ ہے۔ یہ لوگ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حج کی فرضیت اسی طرح قائم ہے۔ اور ہم کیا کریں۔ یہ لوگ کس پائے کے ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز نے بڑے جوش میں آکر تحریر کیا ہے کہ مولوی عبدالحئی تو شیخ الاسلام ہیں، اور مولوی اسماعیل صاحب حجۃ الاسلام ہیں۔ اور ان دونوں کو مجھ سے کسی چیز میں کم نہ سمجھو۔ اور فقہ و حدیث میں یہ لوگ بالکل میرے مساوی درجہ کے ہیں۔ اور ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا مجھ پر جو احسان ہے اس کا میں شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اور یہ لوگ جو کچھ کہیں تم اس کو اختیار کرو۔ اور وہی شریعت کا حکم ہے، پھر حضرت سید صاحب نے اعلان فرمایا کہ ہم حج کو جاتے ہیں، پیسہ وغیرہ کچھ پاس نہیں تھا، جب ندی پار کی ہے تو گیارہ روپے تھے، اپنے بھانجے سید عبدالرحمٰن سے جو خادم تھے پوچھا کہ عبدالرحمٰن کتنے روپے ہیں، کہا کہ گیارہ روپے۔ کہا کہ جاؤ اعلان کرو جس کا جی چاہے چلے، خرچ کے ہم ذمہ دار ہیں۔ لیکن محنت بھی کرنی پڑے گی، مزدوری بھی کرنی پڑے گی، پیسہ جب ختم ہو جائے گا تو ہم مزدوری کریں گے لیکن حج کو ضرور جائیں گے، چاہے کتنے سال لگ جائیں، تو سات سو کے قریب آدمی جمع ہوئے حضرت سید صاحب نے شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحئی صاحبؒ

سے خط لکھوائے، سہارنپور وغیرہ سب جگہ خط لکھوائے اور مولانا عبدالحی صاحب کی اہلیہ آئیں اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے بھی اعزہ آئے اور حالت یہ کہ اس وقت صرف گیارہ روپے ہیں۔ ہمارے گھر کے سامنے جو ندی بہتی ہے جب اس کو پار کیا ہے تو پوچھا کتنے پیسے ہیں۔ کہا گیارہ روپیہ، کہا اچھا یہ بھائی جو پہنچانے آئے ہیں ان کو رخصت کر دو۔ پھر اس کے بعد جب اللہ تعالےٰ نے ان کی مدد فرمائی ہے۔ تو بھائی اگر معتبر ذرائع نہ ہوں اور تواتر کے ساتھ وہ بات نہ پائی گئی ہوتی تو آدمی کا یقین کرنا مشکل۔ بعض بعض شہر تو ایسے تھے کہ وہاں یہ کہا جاتا تھا کہ وہاں کوئی مسلمان بیعت سے خالی نہیں۔ یہاں تک کہ ہسپتال کے مریضوں تک نے کہلوایا کہ ہم تو محروم رہے یہاں تشریف لائیے اور ہمیں بیعت و توبہ کرائیے۔ اور کھانے کی حالت یہ تھی کہ الٰہ آباد میں اتنا کھانا بچتا تھا اور گنگا میں اس قدر کھانا ڈالا جاتا کہ وہاں برہمن جو نہانے جاتے تھے ان کے نہانے کا مسئلہ پیش آگیا کہ نہائیں کیسے؟ سارا کنارہ سرخ ہو گیا اور تیل اور گھی بہتا ہوا نظر آتا تھا۔ انہوں نے حج کیا، کہیں مزدوری کی ضرورت پیش نہ آئی، انہوں نے اس وقت انتخاب کیا کہ اگر اس میں تساہل برتا گیا تو حج میں روز بروز سستی شروع ہو جائے گی اور حج کا فریضہ بالکل معطل ہو کے رہ جائے گا۔ انہوں نے اس کی فرضیت کا فتویٰ دیا، اعلان کر دیا، گیارہ جہاز کلکتہ سے کرائے پر کئے اور یہ سات سو آدمیوں کا قافلہ وہاں سے گیا، اور حج کر کے آیا۔ ہمارے علم میں اجتماعی طور پر جب سے اسلام آیا اتنا بڑا حج نہ کسی بادشاہ نے کیا تھا اور نہ کسی شیخ طریقت نے اور نہ کسی عالم دین نے۔ اور کلکتہ میں یہ حال ہوا کہ شراب خانے جو تھے ان کی بکری بند ہو گئی۔ انہوں نے شکایت کی کہ ایک بزرگ آئے تھے ان کی وجہ سے مسلمانوں نے شراب پینی چھوڑ دی ہے۔ ہم رات تک تکتے رہتے ہیں کوئی بھول کر نہیں آتا (باقی)

درخواست دعائے صحت

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حفظہ اللہ پونے دو سال سے بعارضہ فالج صاحب فراش ہیں نقاہت بہت زیادہ ہے اور کچھ کام کرنے کے قابل نہیں۔ احباب مولانا موصوف کی صحت کاملہ کے لئے خصوصی دعا فرمائیں۔

(ادارہ)

آثارِ علمیہ (قسط ۲ آخری) پیش کار: مولانا عزیر شمس بہاری، جامعہ اُم القریٰ، مکہ مکرمہ

مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ کے چار خطوط بنام حکیم سید عبدالحی حسنی لکھنویؒ

۳۔ بخدمت شریف مکرمی جناب مولوی سید عبدالحی صاحب دامت محبتکم بعد سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

التماس اینکہ آپ کے متعدد نامہ جات پاکر ممنون و مشکور ہوئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً و آتاکم حسن الدنیا والآخرۃ۔ ہم اس طرف زیادہ علیل رہے اس لئے کاموں میں فتور بہت ہوا۔ بحمدہٖ تعالیٰ اب بہت افاقہ ہے۔ مگر صحت تامہ نہیں ہے۔ تاخیر جواب کو معاف فرماویں ـــ آپ کی طرف میرا دل متعلق رہتا ہے چونکہ آپ کے ساتھ محبت لوجہ اللہ تعالیٰ ہے ـــ الحمد للہ والمنہ کہ آپ کے یہاں درس ابی داؤد شروع ہوا ہے۔ عون المعبود کو بالاستیعاب ملاحظہ فرمائیے۔ اور اغلاط المطبع کو صحت نامہ سے درست کرتے جائیے۔ چونکہ میرا مسودہ و مُبَیّضہ ایک ہی رہتا ہے اس لئے اغلاط الطبع باقی رہ جاتے ہیں۔ اس کتاب میں اغلاط الطبع زیادہ ہیں ـــ عون المعبود میری ہی تالیف جلو دار لعبہ ہے مگر کچھ اجزاء اس کے برادرم علیہ الرحمہ سے ہم نے لکھوائے ہیں۔ پوری حالت اس کی دو ایک ورق میں لکھ کر ہمراہ اوراق تاریخ کے روانہ کریں گے۔ غالباً ربیع الاول میں اوراق تاریخ کے آپ کے پاس پہنچیں گے۔ اب آپ اُمورِ مفصلہ ذیل کے جواب سے ہمیں ضرور مشکور فرماویں۔ آج کل تاریخ العلماء کا کون حرف آپ تحریر فرمارہے ہیں اور اس وقت تک کتنے جزو آپ تحریر کر چکے ہیں۔ کیا بانداز پچاس جزو کی کتاب ہوئی ہے یا اس سے کم و بیش۔ آج کل مولوی سید عرفان صاحب کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ مولوی سید امیر علی صاحب نہ معلوم عرب میں کہاں ہیں۔ حرمین میں ہیں یا بغداد پہنچے ہیں۔ مکہ مکرمہ ان کے پاس کچھ روانہ کیا تھا، واپس آیا۔ اگر مولوی شبلی صاحب وہاں ہوں تو اس امر کو ان سے ضرور دریافت فرماویں کہ کتاب مناقب الشافعی للامام الرازی جس کا حوالہ آپ کی تصنیف میں ہے کیا یہ کتاب طبع ہوگئی ہے یا آپ نے نسخہ قلمیہ سے نقل کیا اور نسخہ قلمیہ کس کے پاس ہے ہم کو اس کی ضرورت ہے ـــ مولوی منظہر علی عظیم آبادی کا کچھ ترجمہ یادگار رگو میں ہے آپ نکال کر ملاحظہ کریں۔ اور کچھ ترجمہ ان کا اور مولوی مسافر صاحب و مولوی نعیم اللہ صاحب کا ذکر اگر اوراق تراجم (میں) تو بعید نہیں ہے ـــ مجموعہ فتاویٰ حضرت شیخ صاحبؒ ترتیب دیئے جاتے ہیں یا نہیں مطلع فرماویں۔ فقط محمد شمس الحق ۹ صفر از ڈیانواں۔

۴۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از عاجز فقیر حقیر محمد شمس الحق عفی عنہ۔ بخدمت شریف جامع الفضائل والکمالات العلیہ محبی مکرمی۔ مولوی سید عبدالحی صاحب دامت محبتکم بعد سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ التماس اینکہ دو کارڈ آپ کا پاکر ممنون و مشکور ہوئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً و بارک اللہ لکم ـــ للہ الحمد والمنہ کہ مکرمی مولوی سید امیر علی صاحب مع الخیر ہندوستان واپس پہنچ گئے۔ آپ کے کارڈ کے پہلے ان کا ایک کارڈ آیا۔ پس ہم کو بہت تعجب ہوا کہ یہ دوست، میرے ہندوستان کب پہنچے۔ کارڈ کو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی مگر ساتھ اس کے ہم کو تکلیف بھی پہنچی۔ کیونکہ میرے دوست نے کارڈ میں اپنا نشان و پتہ نہیں لکھا۔ پس ہم کو تردد ہوا کہ جواب کہاں اور کس پتہ سے روانہ کریں۔ مگر الحمد للہ کہ آپ کے کارڈ سے یہ سب مرحلہ طے ہوگیا ـــ اجزاء و اوراق پریشاں و منتشرہ کو

مختلف دفینوں سے تلاش کرنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے مگر جس قدر تلاش سے ملا ہے سب کو روانہ کرتے ہیں۔ جب تک آپ چاہیں اپنے پاس رکھیں۔ پھر واپس فرمادیں۔ آپ ہر ہر پرچہ کو بغور من اولہ الی آخرہ ملاحظہ فرمادیں گے۔ انشاء اللہ بہت سی مفید معلومات اس میں سے برآمد ہوں گی۔ وانتم اعلم منی لانک مؤلف التاریخ ایدک اللہ بروح القدس ــــ آپ ہم کو ان اُمور ذیل کے جواب سے ضرور بالضرور مطلع فرمادیں گے۔ حضرت مولانا عبداللہ الغزنوی امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ آپ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں لکھا تو ضرور حضرت کا ترجمہ لکھئے۔ کیونکہ حضرتؒ اگرچہ مشہور زہد و تقویٰ و ورع و ولایت میں تھے مگر علامہ وقت بھی تھے۔ فاضل حبیب اللہ قندھاری مؤلف مغتنم الحصول فی علم الاصول کے تلمیذ رشید تھے۔ اور کتب حدیثیہ حضرت میاں صاحبؒ سے اخذ کیا تھا اور مدۃ العمر سلسلہ درس قرآن مجید وغیرہ کا رکھا تھا۔ ان کا ترجمہ طویلہ مکرمی مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی الامرتسری نے میرے پاس لکھ کر کے بھیجا تھا۔ اس کو ہم نے بعینہٖ آپ کے پاس روانہ کیا ہے کہ آپ اس ترجمہ کو پورا پورا مع حذف شیٔ و زیادۃ شیٔ علیٰ اختیار کے عربی میں لکھ کر کے داخل تاریخ فرمائیے۔

(۲) مکرمی مولوی عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی کے اجزاء ابناء الخلان قلمیہ آپ کو دستیاب ہوئے یا نہیں اور بھی اجزاء تاریخیہ مکرمی مولوی محمد نعیم مرحوم لکھنوی آپ کو کسی عنوان سے میسر آئے یا نہیں۔ اگر ان دونوں کے اجزاء میسر نہ آئے ہوں تو ضرور ان کے حصول کی کوشش فرمادیں۔ ۱۳۰۵ھ میں ہم کو شوق تاریخ علماء ہند کا پیدا ہوا تھا۔ اسی زمانہ میں مولوی عبدالحی صاحب مرحوم بھی ابناء الخلان لکھتے تھے۔ اور مولوی محمد نعیم صاحب تو ایک مدت سے لکھ رہے تھے۔ ان دونوں کے اجزاء میں بھی بہت سے مفید اُمور ملیں گے ہم نے چند بار آپ سے اس نمبر کے مضمون کو دریافت کیا ہے۔ مگر آپ نے کبھی جواب نہیں دیا ہے۔ اس بار جواب ضرور دیں۔

(۳) جو اہل علم کہ خاص ہندوستان کے تھے جیسے محمد حیات سندی، عابد سندی۔ ابوالحسن سندی وغیرہم مگر مہاجر ہو کر احد الحرمین میں مقیم رہ کر درس دیتے رہے۔ اور جو اہل علم کہ اصل عرب کے تھے مگر ہندوستان میں اقامت کر کے ہندی ہو گئے جیسے حضرت شیخنا حسین بن محسنؒ ان لوگوں کا ترجمہ آپ کی تاریخ میں ہے ؟ اگر نہ ہو تو ضرور ہونا چاہیئے ورنہ آپ کی تاریخ میں نقص رہے گا۔ ان تین نمبروں کے جواب سے مطلع فرمادیں۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنے کل اجزاء تاریخیہ کو محفوظ طور پر ایک دفتی میں رکھ کر کے بذریعہ ڈاک رجسٹری شدہ میرے پاس بمقام ڈیانواں روانہ فرمادیں۔ اوائل ربیع الثانی میں ہم ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ کر کے بحفاظت تمام رجسٹری شدہ آپ کے پاس روانہ کر دیں گے۔ چونکہ ہم کو تاریخ علماء ہند کا بہت شوقِ عظیم ہے مگر افسوس کہ میری تاریخ تمام ہوئی اور نہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کی۔ نہ مولوی نعیم صاحب مرحوم کی۔ اب خدا کرے آپ کی یہ تاریخ بہت جامع اور مغنی ہو اور تمام و کمال تیار ہو کر شائع ہو جاوے وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

آپ ہم سے متعلق اُمور تاریخیہ کی برابر دریافت و استفسار فرمایا کریں اور جن کے تراجم ابھی مرسل نہیں ہوئے ہیں اور وہ میری دفتیوں میں پڑے ہوئے ہیں ان کے لئے آپ اکثر ہم پر اگر تاکید فرمایا کریں گے تو اُمید ہے کہ ہم اس کی تلاش میں کوشش کریں چونکہ کثرت اشتغال سے ہم بدحواس رہتے ہیں اس لئے ضرورت یاد دہانی اور تاکید کی بہت ہے۔

ہاں برادرم اعز مولوی محمد اشرف علیہ الرحمۃ کا ترجمہ بھی اگر درج تاریخ فرمادیں تو بہت عمدہ ہے۔ مولوی حافظ عبدالمنان صاحب غازیپوری نے تاریخ وفات ان کی بہت عمدہ لکھی ہے اس کو بھی اس میں داخل کر دیں ــــ اس سے بھی مطلع فرمادیں کہ جو اہل علم اس وقت کہ درجہ شیخوخیت کو نہیں پہنچے ہیں بلکہ تیس چالیس سال یا اس سے بھی کم ہوں مگر پوری لیاقت و استعداد ان کو ہے اور شغلہ علمی بھی ہے۔ ان کا ترجمہ درج ہوتا ہے اگر نہیں ہوتا ہے تو ترک کی کیا وجہ ــــ ملحدین و مبتدعین جیسے احمد رضا خاں بریلوی عامله اللہ بما یستحقہ کا

ترجمہ اگر اس میں ہو تو عمدہ طور پر اس کے عقائد فاسدہ کا اظہار بھی ضروری ہے ـــــ اگر آپ کے پاس سوانح عمری حضرت میاں صاحب رح اور المکتوب اللطیف آپکے پاس نہ ہو تو آپ دہلی میں مولوی تلطف حسین صاحب سے لے لیں گے ہم نے ایک رقعہ لکھ دیا ہے ـــــ حضرت شیخنا حسینؒ کے فتاوی و مکاتیب اور بھی ملتے جاتے ہیں مگر ہم کو یہ معلوم نہیں کہ مکرمی مولوی محمد صاحب ابن شیخناؒ نے ترتیب و تنقیح و تہذیب اس کی شروع کی یا نہیں۔ اگر شروع کر دیا ہو تو ہم اور بھی تلاش کریں ـــــ بعد فرصت اہتمام ندوہ کے ہم مناقب الشافعی للرازی صرف ایک ماہ کے لئے جناب مولوی شبلی صاحب سے مستعار چاہتے ہیں۔ آپ ان کو خبر دے دیں۔ پھر ہم بعد جلسہ ندوہ کے ان کو خط لکھ کر کے کتاب کو طلب کریں گے ـــــ میرے اس خط کو بغور ملاحظہ فرما کر سب کا جواب دیجئے۔

زیادہ والسلام مع الشوق فقط ۶ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

عاجز فقیر محمد شمس الحق عفی عنہ از ڈیانواں ضلع پٹنہ

اقتباس از مکتوب ابوالحسنات عبدالغفور داناپوری بنام حکیم عبدالحی حسنیؒ

"۔۔۔۔۔۔ فہرست تاریخ محدثین و فہرست تاریخ علمائے صوبہ بہار کا کچھ حصہ جس میں تاریخ وفات وغیرہ بھی ہے روانہ خدمت شریف کرتا ہوں۔ غالباً اس سے بھی کچھ مدد آپ کو ملے۔ "تاریخ محدثین ہند" کو مالک اخبار "وکیل" امرتسر نے چھاپنے کے لئے لیا۔ مگر تاہنوز نہیں چھاپا۔ عرصہ پانچ سال کا ہوا۔ (۱۲ صفر۔ ۲۴ مارچ ۱۹۱۰ ۱۳۲۸ھ)

فائدہ مولانا ڈیانویؒ کے مکتوب میں مذکور مولانا عبدالحی کی مجوزہ تالیف "ابناء الخلان بابنائے علمائے ہندوستان" کے تین اجزا تھے۔ (۱) خیر العمل فی تراجم اہل فرنگی محل (۲) النصیب الاوفر فی تراجم علماء المائۃ الثالثۃ عشر (۳) رسالۃ فی تراجم السابقین من علماء الہند۔ ان تینوں کے بارے میں مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں "لم تتم" (نزہۃ الخواطر، ج ۸ ص ۲۳۷)

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد صدیق صاحب مدظلہ العالی (سرگودھا)

(قسط ۲ آخری)

خلع اور اس کے متعلقہ مسائل

خلع میں معاوضہ کی مقدار

بعض ائمہ کا قول ہے کہ خاوند نے عورت کو جو مال دیا ہے وہی خلع کا معاوضہ ہے اس سے زیادہ لینا جائز نہیں۔ ان ائمہ رہ میں حضرت عطاءؒ، طاؤسؒ، زہریؒ، ابو حنیفہؒ، اسحاقؒ، احمدؒ، عمرو بن شعیبؒ کا شمار ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خاوند نے عورت کو جو کچھ دیا ہے اُس سے زیادہ معاوضہ نہ لے۔ یہ قول حضرت علیؓ سے مروی ہے لیکن اس روایت کی سند منقطع ہے۔ اس کو ابو بکرؒ نے اختیار کرتے ہوئے کہا ہے۔

اگر خاوند بعہ اضافہ کے معاوضہ لے تو وہ عورت کو واپس کیا جائے گا۔

سعید بن مسیبؒ نے کہا ہے کہ تمام مال بطور معاوضہ لینا مناسب نہیں۔ عورت کے پاس بھی کچھ مال رہنے دیا جائے۔ اس کی تائید ابن ماجہ اور بیہقی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اُمرہٗ ان یأخذ منہا ولا یزداد۔ یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو حکم دیا کہ وہ اتنا ہی واپس لے جتنا دیا ہے اس سے زیادہ نہ لے"

لیکن بروایت عبدالوہاب سعید سے مروی ہے کہ حدیث میں یزداد کا لفظ غیر محفوظ ہے۔ ثوریؒ کی روایت میں بھی ہے کہ اضافہ کے ساتھ معاوضہ لینا مکروہ ہے۔ ولید بن مسلمؒ نے بواسطہ ابن جریج حضرت ابن عطاء سے روایت کو موصول بیان کیا ہے۔ ابو شیخ نے تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا موصول ہونا غیر محفوظ ہے یعنی درست یہی ہے کہ یہ اثر مرسل ہے۔ البتہ اس مرسل کو مرسل ابی الزبیرؒ سے قوت اور تائید حاصل ہوتی ہے جب کہ دار قطنی نے کہا ہے کہ اس کو ابو الزبیرؒ نے بے شمار ائمہ سے سنا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ المتوفی ۸۵۲ھ نے اس روایت پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر ساقط صحابی ہے تو وہ صحیح ہے اگر ساقط صحابی نہیں تو اس مرسل کو ان روایات سے تائید حاصل ہوتی ہے جو اس معنی میں وارد ہیں۔ میمون بن مہران سے روایت ہے کہ جس نے اپنے دیئے ہوئے مال سے زیادہ معاوضہ لیا اس نے عورت کو احسان سے نہیں چھوڑا۔

جمہور ائمہ

ان کا قول ہے کہ خلع میں مرد اس مال سے زیادہ لینے کا حق رکھتا ہے جو اس نے نکاح کے وقت عورت کو دیا ہے۔ امام مالکؒ نے کہا ہے کہ قابل اقتدا ائمہؒ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ جو زیادہ معاوضہ لینے سے منع کرتا ہو۔ البتہ زیادہ لینا مکارم اخلاق کے منافی ضرور ہے۔

ابن سعدؒ نے ربیع سے روایت کیا ہے کہ عورت نے کہا میرے اور میرے چچا زاد جو میرا خاوند ہے۔ ہمارے ہر دو کے درمیان تنازعہ رہتا ہے۔ میں نے اس کو کہا ہے کہ مجھ سے ہر شے واپس لے لے اور مجھے چھوڑ دے۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ اس نے ہر اوڑھنا اور بچھونا واپس لے لیا۔ میں حضرت عثمانؓ کے پاس آیا جب کہ وہ محصور تھے۔ میں نے اُن کو یہ ماجرا سنایا۔ انہوں نے کہا کہ جس شرط سے تو نے مال کو واپس لیا ہے یہ خوب ہے۔ خلع کے لئے عورت سے ہر شے حتیٰ کہ اس کے سر کے بالوں

کی چوٹی بھی واپس لی جا سکتی ہے۔

بخاری میں حضرت عثمانؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے خلع میں بالوں کی چوٹی سے کم شے میں خلع کی اجازت دی ہے۔ اور بیہقی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میری بہن انصار میں سے ایک شخص کے عقد میں تھی۔ خاوند بیوی دونوں نے اپنا تنازعہ حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے عورت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اس کا باغ واپس کر دیگی۔ اس نے جواب میں کہا۔ باغ کیا اس سے زیادہ واپس کرنے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے نکاح فسخ کر دیا۔ باغ بمع اضافہ خاوند کو واپس دلا دیا۔ لیکن یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔

مزید یہ کہ اس کے متن میں بھی اس بات کی کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کے ماسوا مزید کوئی شئے واپس کرنے کا حکم نہیں دیا۔ باغ جو اصل مہر ہے صرف اسی کے واپس کرنے کا حکم دیا ہے ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ عورت نے جو زیادہ مال واپس کرنے کا کہا ہے۔ آپؐ نے اس پر سکوت فرمایا ہو تو یہ تقریری حدیث کے حکم میں ہے۔ زیادہ دینے کے جواز کی یہ آیت بھی مؤید ہے۔

فلا جناح علیھما افتدت بہ یعنی " ہر دو پر کوئی گناہ نہیں جو عورت نے خلع میں فدیہ دیا ہے " اس آیت میں مَا عام ہے جو قلیل و کثیر مال کو شامل ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلع کے لئے عورت سے کم و بیش مہر بطور معاوضہ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ڈھکی چھپی بات نہیں کہ جن روایات میں مہر سے زیادہ وصول کرنے سے نہی کا بیان ہے، وہ اس عموم کو اپنے کثرت طرق کی بنا پر خاص کرتی ہیں۔ یعنی زیادہ لینا غیر مناسب ہے۔ تعارض کے وقت یہی صورت راجح ہے۔ ائمہ رحماصول کی اس جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ معاوضہ کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ دئیے ہوئے مہر سے کم لیا جائے۔

۲۔ دیا ہوا مہر تمام کا تمام واپس لیا جائے۔

۳۔ مہر اور اس سے زائد لیا جائے۔

پہلی صورت بہتر ہے اور مکارم اخلاق کا بھی یہی تقاضا ہے کہ دئیے ہوئے مال سے کچھ عورت کے پاس رہنے دیا جائے، دوسری اور تیسری صورت، دونوں میں سے جس معاوضہ پر بھی خاوند اور بیوی رضامند ہوں وہ جائز ہے۔

حالتِ حیض میں خلع

یہ تو معلوم ہے کہ طلاق دو حالتوں میں منع ہے۔ ایک حیض کی حالت میں یہ اس لئے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینے سے عدت اپنی حد ثلاثۃ قروء یعنی تین حیض سے بڑھ جاتی ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت حیض طلاق دینے سے منع فرمایا ہے۔ دوسرے اُس طُہر کی حالت میں جس میں عورت سے ہمبستری کی گئی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جماع کے بعد عورت اس بات سے بے خبر ہے کہ اب وہ حاملہ ہے یا حاملہ نہیں ہے۔ طلاق کے بعد وہ یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہے کہ اس نے کونسی عدت گزارنی ہے۔ اس کے برعکس خلع ہر دو حالتوں میں جائز ہے۔ ایک تو اس لئے کہ خلع طلاق نہیں۔ دوسرا اس لئے خلع اس ضرر کے ازالہ کے لئے ہے جو خاوند بیوی کے مابین نزاع کے باعث پیدا ہوا ہے، نیز اس ازالے کے لئے بھی ہے جب عورت کو اس کا خاوند ناپسند ہوتا ہے اس حالت میں ہر دو کا اکٹھا رہنا باعث ضرر ہے۔ لہٰذا شریعت نے ازالۂ ضرر پیش نظر رکھتے ہوئے خلع کے لئے طہر اور غیر طہر کی عورت پر کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ عورت حائضہ ہو یا طاہرہ یا ایسا طُہر ہو جس میں ہمبستری کی گئی ہو۔ جس حالت میں بھی خلع کی ضرورت پیش آئے اسی حالت میں شریعت نے خلع کی اجازت دے دی ہے۔

تنگی کی صورت میں خلع

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس روک کے رکھتا ہے ضرر پہنچاتا اور تنگ کرتا ہے۔ نان و نفقہ نہیں دیتا یہ صورت وہ اس لئے اختیار کرتا ہے کہ عورت معاوضہ دینے کے لئے خلع پر آمادہ ہو جائے۔ اس حالت میں خلع اگر وقوع میں آیا ہے تو

وہ صحیح باطل ہے ، عورت کو معاوضہ واپس دلایا جائے گا ۔ یہ قول حضرت ابن عباسؓ ، عطاءؒ ، شعبیؒ ، نخعیؒ ، قاسم بن محمدؒ ، عروہؒ ، عمرو بن شعیب ، حمید بن عبدالرحمنؒ اور زہریؒ کا ہے ۔ امام مالکؒ ، ثوریؒ ، قتادہؒ ، شافعیؒ ، اسحٰقؒ کا بھی یہی قول ہے ۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ خلع کا عقد صحیح ہے اور عوض لازم ہے ۔ البتہ خاوند گنہ گار ہے ۔ امام مالکؒ نے کہا ہے اگر عورت سے خاوند نے اس طریقے پر کچھ لے لیا تو وہ واپس کیا جائے گا ۔ اور خلع بدستور رہے گا ۔

نافرمانی پر زدوکوب کی حالت میں خُلع

اگر خاوند اپنی بیوی کو اس کی نافرمانی اور حقوق ادا نہ کرنے پر زدوکوب کرتا ہے اور وہ اس بناء پر خلع کا مطالبہ کرتی ہے ۔ خاوند خلع کو قبول کر لیتا ہے تو خلع جائز ہے ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں کر سکتے ۔ حدود قائم نہ ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے خلع کی اجازت دی ہے ۔ جیسا کہ حضرت حبیبہؓ کے واقعہ سے ظاہر ہے ۔ اسی طرح اگر خاوند اپنی بری عادت کی بناء پر عورت پر ظلم کرتا ہے لیکن اس ظلم و تشدد سے فدیہ لینے کا ارادہ نہیں رکھتا ، تو اس صورت میں بھی خلع حرام نہیں ہے البتہ خاوند ظالم اور گنہ گار ہے ۔

بے حیائی کی صورت میں خُلع

اگر عورت فاحشہ ہے ، خاوند نے اس لئے روک رکھا ہے کہ وہ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑائے تو یہ خلع صحیح ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (النساء آیت ۱۹) یعنی " عورتوں کو اس لئے نہ روک رکھو کہ جو تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے بعض کو واپس لو ، ہاں اس صورت میں واپس لے سکتے ہو جب وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں " اور یہی راجح مذہب ہے ۔

عدت خُلع

خُلع طلاق نہیں فسخ ہے اور اس کی عدت ایک حیض ہے ۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس رضہ کی بیوی کو حکم دیا تھا ۔ اَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ ۔ یعنی " وہ ایک مدت حیض گزارے " نسائی کی روایت میں ہے ۔ اَنْ تَتَرَبَّصَ بِحَيْضَةٍ وَاحِدَةٍ ۔ یعنی " ایک حیض انتظار کرے " اس سے ظاہر ہے کہ خلع کی عدت ایک حیض ہے ۔

خلع میں رجوع نہیں

خُلع فسخ ہے ۔ خلع کی عدت میں خاوند رجوع کرنے کا مجاز نہیں ۔ حسنؒ ، عطاءؒ ، طاؤسؒ ، نخعیؒ ، ثوریؒ ، اوزاعیؒ ، مالکؒ ، شافعیؒ ، اسحٰقؒ کا یہ قول ہے ۔ زہریؒ اور سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ عدت کے اندر خاوند کو دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہے ۔ معاوضہ واپس کر دے تو وہ رجوع کرنے کا مجاز ہے ۔ اگر معاوضہ واپس کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ رجوع کرنے کا حق نہیں رکھتا ۔ ابوثور کا قول ہے کہ خلع طلاق کے لفظ سے ہو تو وہ رجوع کر سکتا ہے ۔ راجح قول یہی ہے کہ مختلعہ عورت کی عدت کے اندر خاوند کو رجوع کا حق نہیں ۔ قرآن مجید میں ہے ۔ فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۔ عورت کے فدیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند کے قبضہ اور ملکیت سے نکل چکی ہے ۔ اگر خاوند کے لئے رجوع کا حق تسلیم کر لیا جائے تو اس کا یہ معنی ہے کہ عورت ابھی فدیہ دینے کے باوجود خاوند کے قبضہ اور ماتحتی میں ہے جو حقیقت کے خلاف ہے ۔

خلع بلا حاکم ہو سکتا ہے

مغنی ابن قدامہ میں ہے کہ خلع حاکم کا محتاج نہیں کہ اس کے بغیر خلع منعقد نہ ہو سکے ۔ بغیر حاکم بھی خلع کروانے کا مجاز ہے ۔ حضرت عمرؓ کا یہ قول بخاری میں منقول ہے ۔ شریحؒ ، زہریؒ ، مالکؒ ، شافعیؒ ، اسحٰقؒ کا یہی مذہب ہے ۔ اہل الرائے حسنؒ ، ابن سیرینؒ کا قول ہے کہ حاکم کے بغیر خلع جائز نہیں ہے ۔ لیکن ان کا یہ قول مرجوح ہے ۔ اس لئے کہ خلع ، بیع ، نکاح کا ایک ہی حکم ہے ۔ جس طرح بیع اور نکاح میں سلطان کا ہونا ضروری نہیں ۔ اس طرح خلع میں بھی ضروری نہیں ۔

یاد رفتگاں
مولانا عبداللہ شفیق، فاضل عربی

مولانا عبدالقیوم آف نارو کی ماہجہ (پتوکی)

زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اس کو بامقصد گذارنا اور لوگوں کی خدمت کے لئے وقف کرنا عظیم انسانوں کا شیوہ ہے۔ اس دور میں بہت سے ادیب۔ عالم اپنی اپنی ذہنی اور علمی کاوشوں سے قوم اور ملک کے لئے اپنی محنت کا منظر چھوڑ جاتے ہیں۔ ایسی عظیم شخصیتوں میں نارو کی ماہجہ نزد پتوکی ضلع قصور کے مولینا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ قریباً ۱۹۱۰ء میں موضع نبی پور ڈیک والا ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ ابتدائی تعلیم مولانا عمرالدین رحمۃ اللہ دھیر کے ڈوگراں ضلع شیخوپورہ سے حاصل کی جو حال ہی میں فوت ہوئے ہیں۔ آخری کتب مدرسہ تقویۃ الاسلام غزنویہ امرتسر میں شیخ الحدیث مولانا نیک محمد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ مولانا نیک محمد اور امام بخاریؒ کے درمیان بیس واسطے بنتے ہیں۔ علماء آپ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شاگرد نے کہا کہ آپ کی علماء بہت عزت کرتے ہیں۔ کہنے لگے صرف شیخ الحدیث مولانا نیک محمدؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کی وجہ سے۔

۱۳۵۳ھ میں مدرسہ غزنویہ امرتسر سے فارغ ہوئے شہروں کی گہما گہمی کی بجائے دیہات کے سکون کو پسند فرمایا۔ نارو کی ماہجہ نزد پتوکی ضلع قصور میں رہائش اختیار کی۔ اس علاقے میں بھی دیگر علاقوں کی طرح صداقت پر جھوٹ، راست بازی پر ریاکاری، خلوص پر خودغرضی اور انصاف پر ظلم غالب آ چکا تھا۔ زندگی بھر ان کی برائیوں اور بدعتوں کے خلاف نبرد آزما رہے۔ مہمان نوازی میں پیش پیش رہتے۔ اخلاق و رواداری حد سے زیادہ تھی۔ کسی سے ملتے خوب ہنس کر ملتے۔ حتیٰ کہ ناواقف تو کجا اپنے ناواقف ملاقی کو اپنا گرویدہ بنا لیتے اور وہ ہمیشہ کے لئے آپ سے ایک رشتہ اور تعلق جوڑ لیتا۔ سادہ سی زندگی تکلفات سے خالی۔ کئی ایک جگہ سے خطابت کے لئے دعوت دی گئی اور معقول تنخواہ کی پیش کش کی گئی لیکن اسے درخورِ اعتناء نہ سمجھا۔

ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی خود پڑھاتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ حال ہی میں مولانا یحییٰ صاحب گہلن نزد پتوکی، مولانا عبدالرؤف صاحب سندھو اور حافظ محمد ادریس صاحب بھائی پھیرو، مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہوئے ہیں۔ ابتدائی کتب آپ سے پڑھیں۔

محمد ادریس صاحب (پتوکی) مشرق میگزین ۱۸ اپریل ۱۹۸۳ء (انوکھی باتیں) میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی ہر حالت میں حفاظت کرتا ہے اس سلسلے میں ایک واقعہ عرض ہے۔

علاقہ پتوکی کے بہت سے لوگ ابھی تک اس کے چشم دید گواہ ہیں۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ میرے دادا جان مرحوم کے پاس ایک آدمی ہیروں کا ہار لے کر آیا۔ اس کی واقفیت پتوکی سے نزدیکی گاؤں نارو کی ماہجہ کے ایک فرشتہ صفت انسان اور عالمِ دین مولانا عبدالقیوم سے بھی اس کے پاس ان کا رقعہ تھا کہ یہ بندہ ضرورت مند ہے کسی طرح اس کا یہ ہار فروخت کروا دیا جائے۔ دادا جان کی کاروباری سلسلے میں کراچی میں واقفیت تھی۔ اُنہوں نے وہاں کسی سیٹھ کو فون کر دیا اور کہا کہ آدمی قابلِ اعتماد اور ضرورت مند ہے۔ اس سلئے یہ ہار خرید لیا جائے چنانچہ اس نے یہ ہار خرید لیا۔

کراچی کی کسی تقریب میں سیٹھ کی کوئی رشتہ دار یہ ہار پہن کر گئی۔ اس زمانے میں نواب آف بہاول پور کا ہیروں کا ہار گم ہو گیا تھا۔ نواب آف بہاول پور کے اہلِ خاندان بھی اس تقریب میں مدعو تھے۔ کسی فرد نے جب وہ ہیروں کا ہار دیکھا تو فوراً پہچان لیا۔ پوچھنے پر سیٹھ نے نواب آف بہاول پور کو ہار خریدنے کا پورا واقعہ سنا دیا۔ قانون فوراً حرکت میں آیا۔ سندھ کی پولیس آئی متعلقہ آدمی کو گرفتار کر لیا اور ساتھ ہی مولانا عبدالقیوم پر جھوٹی ضمانت کا مقدمہ بن گیا۔ پولیس نے ان کو پکڑ کر ہتھکڑی لگا دی اور مزید کارروائی

کے لئے انہیں قصور لے جانے کا فیصلہ ہوا۔ اُس زمانے میں پتوکی قصور روڈ پر بسیں کوئلے کے ذریعے چلتی تھیں۔ مولانا کو ہتھکڑی لگا کر متعلقہ اہل کار نے پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا۔ بس سٹارٹ تھی لیکن فوراً بند ہوگئی۔ ڈرائیور نے بہت زور لگایا لیکن بس سٹارٹ نہ ہوئی۔ مجبوراً اہل کار نے دوسری بس منگوائی۔ تمام سواریاں اس بس میں آکر بیٹھ گئیں۔ مولانا عبدالقیوم کو جب ہتھکڑی سمیت پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا تو وہ بس بھی بند ہوگئی اور کسی صورت میں چلنے کا نام نہ لیا۔ پھر تیسری بس لائی گئی مولانا کے بیٹھتے ہی یہ بس بھی بند ہوگئی۔ اہل کار کچھ سمجھ دار تھا اُس نے سوچا کہ جب بھی مولانا کو پچھلی سیٹ پر بٹھاتا ہوں تو بس بند ہو جاتی ہے۔ اس لئے اُن کے پُرسکون چہرے کی طرف دیکھا جس پر فرشتوں جیسی معصومیت تھی اس نے ہتھکڑی کھول دی اور پہلی بس پر ہی انہیں فرنٹ سیٹ پر بٹھا دیا۔ بس فوراً سٹارٹ ہوگئی۔ راستے میں اس واقعہ نے اہل کار کو بہت متاثر کیا اور اُسے مولانا کی بے گناہی کا یقین ہوگیا۔

متعلقہ عدالت میں پیش ہونے سے قبل اہل کار نے پورا واقعہ عدالت کے ذمہ دار فرد کو سنایا۔ اُس نے مولانا کی طرف دیکھا۔ اُن کے چہرے پر کسی گھبراہٹ کی بجائے مکمل اطمینان تھا۔ جج نے کوئی سوال کئے بغیر انہیں بری کر دیا۔ بعد میں تحقیقات پر ثابت ہوگیا کہ اس شخص نے قسم کھا کر مولانا سے غلط بیانی کی تھی اور درحقیقت وہی چور تھا جسے جُرم ثابت ہونے پر عدالت نے سزا دی۔

مولانا مرحوم زندگی بھر برائیوں اور بدعتوں کے خلاف نبرد آزما اور معاشرے میں صحیح اسلامی اقدار کے فروغ کے لئے کوشاں رہے۔ نیز بھٹو کے سیاہ دَور میں اسلامی سوشلزم کی اصطلاح سے پریشان رہتے تھے۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۶ء کو بلڈ پریشر کا حملہ ہوا اور ۳ جنوری ۱۹۷۷ء کو داعیٔ اجل کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس جہانِ فانی کو الوداع کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جانکنی کے وقت قرآن مجید کی آیات مبارکہ کے علاوہ پنجابی کے یہ چند اشعار ان کی زبان پر تھے۔

تیری کار عطائی یارب میری کار خطائی
میں تھیں کار برابر ہوئی ہن واری تیری آئی
ایہ شطرنج حیاتی والی دل نوں ہوگئی پیاری
کھیڈ گئے ایتھے کئی ہزاراں اوڑک بازی ہاری!
سداں نہ باغیں بلبل بولے سداں نہ باغ بہاراں
سداں نہ ماپے حسن جوانی سداں نہ مجلس یاراں
خوش گلزار باغیچے اندر وگی ہوا خزاں دی!
پتے اُڈ گئے پردیسی ٹھنڈی چھاں جنہاں دی
بس ستو میرے وس ناہیں واری اپنی جانداں ایں
ایہو وقت ہے عمل کماونے دا آئیاں دلیاں تے پھیر آزماں ایں
نہا دھو بیٹھی جوڑا پہن لیا ڈولی لئی کہاراں نے چا ماسے
ایتھے نت سہیلیاں نے کھیڈناں ایں مڑ کے پھیر نہیں ویکھنا آئے
کدے نہ آیا جگتے اوپر میلا داغ جنہاں نوں
جا تقدیر دھرے وچہ گوراں کھاوے خاک تنہاں نوں
ٹھنڈڑے شربت پیون والیاں اجل پیالے پیتے
نازک سوہنے بدن انہاں دے خاک حوالے کیتے

نماز جنازہ امیر مرکزی جمعیت مولانا معین الدین صاحب نے پڑھائی اور اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ غفر اللہ لہ ورحمہ۔

فون مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (گھر) ۶۲۴۷۶
فون دفتر الاعتصام و سلفیہ لائبریری ۵۴۴۰۶

تبصرہ کتب

حافظ صلاح الدین یوسف

جوامع السیرۃ

تالیف :- امام ابن حزم اندلسی ؒ

اُردو ترجمہ :- مولانا محمد سردار احمد

درمیانہ سائز، عمدہ کتابت وطباعت، سفید کاغذ

قیمت ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ :- نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی

کتاب، صاحب کتاب اور فاضل مترجم کے تعارف میں مولانا عبدالقدوس صاحب ہاشمی اپنے پیش لفظ میں لکھتے ہیں

"یہ بیش بہا کتاب جو آپ کے سامنے ہے۔ علامۃ الاندلس امام حافظ ابن حزم الظاہری المتوفی ۴۵۶ھ کی معلومات افزا اور مفید عربی کتاب "جوامع السیرۃ" کا اُردو ترجمہ ہے۔ اور ماشاء اللہ اچھا ہے۔

اُردو زبان کو اسلامی علوم کے مخزن ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اس وقت دنیا میں جتنے مسلمان آباد ہیں اُن میں سے اُردو زبان سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اسی طرح اُردو زبان میں عربی کے بعد دنیا کی ہر زبان سے زیادہ اسلامی ادب پایا جاتا ہے۔۔ اور خاص سیرت طیبہ پر تو اُردو زبان میں اتنی تعداد میں کتابیں موجود ہیں کہ اتنی تعداد میں عربی زبان کے سوا اور کہیں نہ مل سکیں گی۔۔۔۔ الحمد للہ کہ اس عظیم و وسیع علمی ذخیرے میں آج ایک گراں قدر کتاب "جوامع السیرۃ" کے اُردو ترجمہ کا اضافہ فاضل مکرم جناب محمد سردار احمد صاحب کی کوششوں سے ہوگیا۔

ترجمہ کرنا ایک بڑا مشکل کام ہے۔ زبانوں میں الفاظ و نظم الفاظ ہی کا اختلاف نہیں ہوتا بلکہ طرز ادا کا اختلاف بھی ہوتا اور بہت ہوتا ہے۔ پھر ترجمہ نگار اصل مصنف کے انداز بیان اور فکری تقدیم و تاخیر کا بھی پابند ہوتا ہے اس ہفت خواں سے گزرنے کے بعد ہی ایک ترجمہ نگار اپنی منزل کو پا سکتا ہے۔

میں مبارکباد دیتا ہوں فاضل مترجم کو، کہ وہ کامیابی کے ساتھ اس ہفت خواں سے گزر گئے۔۔۔۔۔ میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ امام ابن حزم نے اپنی اس مختصر بالشان کتاب میں سیرتِ طیبہ سے متعلق اس قدر معلومات اور اتنے کم صفحات میں جمع کر دی ہیں کہ اس اعتبار سے "جوامع السیرۃ" ایک بے نظیر کتاب کہی جا سکتی ہے۔"

فاضل مترجم نے بعض مقامات پر مفید حواشی کا بھی اضافہ کیا ہے۔ تاہم ص۲۷ پر حضرت عائشہ رض کی عمر کے سلسلے میں مترجم نے جو حاشیہ تحریر کیا ہے وہ صحیحین کی متفق علیہ اور مسلّمہ روایات اور فاضل مصنف امام ابن حزم کے عقیدے کے خلاف ہے۔ تقریباً نصف صدی سے منکرینِ حدیث اس مسئلے کو اُچھال رہے ہیں، جس کا معقول جواب علمائے محققین دے چکے ہیں جس میں منکرینِ حدیث کے مغالطات کا پردہ چاک اور ان کے "دلائل" کے تار و پود بکھیر دیئے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں علامہ سید سلیمان ندوی رح کا بھی ایک تنقیدی مقالہ ہے جو بڑا محققانہ اور فاضلانہ ہے۔ کاش محترم مترجم منکرینِ حدیث کی ہم نوائی سے قبل تصویر کا یہ دوسرا رُخ بھی ملاحظہ فرما لیتے تو شاید وہ اس گمراہی کا شکار نہ ہوتے۔ بہر حال ہمارے خیال میں مترجم کے اس گمراہانہ حاشیے نے کتاب کی افادیت کو سخت مجروح کر دیا ہے۔ ہم محترم مترجم کی خدمت میں عرض کریں گے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس حاشیے کو حذف کر دیں اور امام ابن حزم نے حضرت عائشہ رض کی جو عمر بوقت نکاح و رخصتی تحریر کی ہے، وہی رہنے دیں کہ صحیح روایات سے وہی ثابت ہے۔ اگر مترجم کو اپنی "تحقیق" پر ہی اصرار ہے تو اس کے لئے الگ کتاب لکھیں مگر امام ابن حزم جیسے شخص کی کتاب میں انکارِ حدیث کے یہ جراثیم داخل نہ کریں کہ جن کی ساری عمر حدیث کی خدمت اور اس کی تائید و دفاع میں گزری۔ اور آج بھی ان کی کتابیں قدیم و جدید منکرینِ حدیث کے لئے دلیل قاطع اور برہانِ ساطع کی حیثیت رکھتی ہیں۔

یہ حاشیہ امام ابن حزم کے اُس مقدس جہاد اور

مقصدِ علمی کے خلاف ہے جس کے لئے انہوں نے اپنی زندگی کی تمام توانائیاں صرف کیں، یہ ستم ظریفی کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے کہ آج ایک مترجم انہی کی کتاب کے ایک حاشیے میں ان کے مسلکِ صحیح اور منہاج قویم کو اپنی "تحقیق" کی سان پر چڑھا کر اس کی تردید کر رہا ہے۔ نعوذ باللہ من ھذا الزیغ والضلال

السہل المسہل فی مصطلح الحدیث علی البیقونیۃ (عربی)

تالیف : الشیخ سیف الرحمٰن احمد

درمیانہ سائز، ٹائپ کی عمدہ طباعت، اعلیٰ کاغذ

صفحات :- ۳۲

ناشر :- المکتبۃ المعارف الاسلامیہ، شیش محل روڈ، لاہور

منظومہ بیقونیہ مصطلحاتِ حدیث میں ایک مشہور نظم ہے جو ۳۴ اشعار پر مشتمل ہے جس میں نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ احادیث کی ۳۲ قسموں کی وضاحت کی گئی ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب اسی منظومہ بیقونیہ کی شرح ہے جس میں نظمِ مذکور ہی کی سی جامعیت اور اختصار کے ساتھ اس کی شرح کی گئی ہے۔ یہ شرح سوال جواب کی شکل میں ہے جو مبتدی اذہان کے لئے بہت مفید ہے۔

یہ شرح "بقامت کہتر و بقیمت بہتر" کی مصداق ہے، اس سے نہایت مختصر اور سہل انداز میں مصطلحاتِ حدیث کا ضروری علم حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ رسالہ اس قابل ہے کہ مدارسِ عربیہ اس کو ابتدائی یا ثانوی درجات میں بطور ابتدائی کتاب کے داخل کریں، ہمارے مدارس میں بالعموم اصطلاحِ حدیث کی اول و آخر ایک ہی کتاب "شرح نخبۃ الفکر" پڑھائی جاتی ہے جو اگرچہ اپنے موضوع پر بڑی جامع کتاب ہے لیکن چونکہ طالب علم کو اس موضوع سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی اور اس کا ذوق اس کے اندر نہیں ہوتا، اس لئے وہ کتاب پڑھ لینے کے باوجود مصطلحاتِ حدیث کے فہم سے قاصر ہی رہتا ہے۔ الا ان یشاء اللہ۔

اس لیے ابتدائی طور پر اگر یہ کتاب پہلے پڑھا دی جائے تو امید ہے کہ اس سے اس ذوق کی آبیاری ہو سکے گی کہ جس کے بعد اس فن کی بڑی کتابوں سے وہ زیادہ بہتر طریقے سے استفادہ کر سکیں۔ اس لئے ہم سفارش کریں گے کہ مدارس، بقیہ اس مختصر کتاب کو اپنے نصاب میں شامل کریں اور "شرح نخبۃ الفکر" سے پہلے نہ صرف اسے پڑھایا جائے بلکہ اس کے متن (نظم در شرح) کو زبانی یاد کرایا جائے۔

احکامِ زکوٰۃ • کتاب و سنّت کی روشنی میں

تالیف : الشیخ عبدالعزیز المحمد السلمان

اردو ترجمہ :- مولانا عبداللہ ناصر رحمانی۔

درمیانہ سائز، صفحات ۱۱۲ ۔ بلا قیمت

ملنے کا پتہ :- نجف محمد خاں بھوپالی، پردو ویژن اسٹور، خلد آباد۔ لانڈھی۔ کراچی ۳۲

یہ کتاب ایک سعودی عالم فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز المحمد السلمان مدرس امام الدعوۃ ریاض کی عربی فاضلانہ تالیف "التخلیصات لحل احکام الزکوٰۃ" کا اردو ترجمہ ہے، جو ہمارے فاضل دوست مولانا عبداللہ ناصر رحمانی فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ مدرس جامعہ ابی بکر الاسلامیہ (کراچی) کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ ترجمہ شستہ، سلیس اور رواں ہے۔ فاضل مترجم اردو داں طبقے کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں کہ جن کی مساعی سے ایک مفید کتاب ان کے علم و مطالعہ میں آئی۔

کتاب میں زکوٰۃ کی فرضیت و اہمیت اور نصاب زکوٰۃ کی شرح و تفصیل اور مصارفِ زکوٰۃ کے علاوہ زکوٰۃ سے متعلقہ دیگر اہم مباحث پر بھی مفید روشنی ڈالی گئی ہے، مثلاً زکوٰۃ نکالنے کے آداب، زکوٰۃ لینے کے آداب، صدقے کی ترغیب، غناء کے باوجود مانگنے پر وعید، قرابت داروں کا استحقاق خصوصی اور احکام صدقۃ الفطر وغیرہ۔

بہر حال کتاب اپنے موضوع پر بہت مفید اور قابل مطالعہ ہے اور اس کا ترجمہ اور اس کی اشاعت علم دین کی ایک

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

اطلاعات و اعلانات

تبلیغی پروگرام ضلع قصور

۲۱ جولائی ہفتہ پیر حیات ضلع اوکاڑہ مولانا عطاء اللہ صاحب بلجووال ۱۹۸۴ء
قاری محمد انور صاحب ہیٹل ہیرا سنگھ

۲۳ جولائی سوموار ڈھٹے قاری محمد ادریس صاحب غفاری
〃 مولانا محمد طفیل شاہ صاحب آف ٹھٹھی

۲۶ جولائی جمعرات درست پور کھڈیاں قاری محمد ابراہیم صاحب کاظم
〃 مولانا محمد علی صاحب عابد۔ کھڈیاں

۲۸ جولائی ہفتہ مانگا منڈی میاں حافظ محمد جمیل صاحب، لاہور
〃 قاری عبدالرحمن صاحب جھنگ موڑ

۲۹ جولائی اتوار مسجد مبارک چونیاں مولانا محمد دین صاحب برج کلاں
〃 مولانا سید محمد حبیب شاہ صاحب

۳۰ جولائی سوموار جاگووال مولانا محمد حنیف آف پتوکی
مولانا نذیر احمد صاحب آف حصاری

(شعبہ نشر و اشاعت ادارہ مبلغین ضلع قصور)

انتخاب ریحان چیمہ

سرپرست: استاد محمد اسلم سلیم فاضل عربی خطیب جامع مسجد اہل حدیث
صدر: محمد خان چیمہ، نائب صدر، محمد اشفاق کھوکھر۔
ناظم اعلیٰ: صفدر الرحمن چیمہ، نائب ناظم اعلیٰ، افتخار احمد عاصی
ناظم مالیات: عبدالرزاق چیمہ، ناظم نشر و اشاعت: غلام مصطفیٰ فاروقی
رابطہ سیکرٹری: حبیب اللہ سلہریا۔ (غلام مصطفیٰ فاروقی ناظم نشر و اشاعت جمعیت شبان اہل حدیث ریحان چیمہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ)

انتخاب

مولانا محمد اکرم خان نتن خیل کو امیر جمعیت اہلحدیث میانوالی شہر

اور محمد منظور قریشی کو ناظم منتخب کیا گیا۔ انتخاب کی نگرانی کے فرائض محمد اسلم نیازی نے ادا کئے۔

دعاء:۔ راقم نے چوہدری محمد اسماعیل حسین پوری ۳۲۷ جی بی پیر یوالہ کی والدہ مرحومہ کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(محمد اسلم نیازی ایم اے گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول، میانوالی)

درخواست دعائے صحت

محمد اسلم نیازی ایم اے مہتمم جامع مسجد ابن تیمیہ اور مدرسہ تدریس القرآن ابن تیمیہ رن بازخیل ضلع میانوالی نے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، مولانا محمد صدیق سرگودھوی۔ مولانا محمد صدیق فیصل آبادی، مولانا محمد حسین شیخوپوری اور حکیم محمد عالم جاوید کی صحت یابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے (محمد اسلم نیازی)

اعلان داخلہ

جامعہ عربیہ اہل حدیث مریدکے ضلع شیخوپورہ کا داخلہ ۲۵ شوال تک جاری رہے گا۔ داخلہ درس نظامی، حفظ القرآن کا ہوگا۔ جامعہ ہذا میں مسجد مکتب پرائمری سکول بھی ہے۔ بیرونی طلباء کے قیام و طعام کا مکمل انتظام ہے۔ رابطہ کے لئے (علامہ حبیب الرحمن صاحب یزدانی کامونکی • مہتمم محمود احمد معرفت حافظ میڈیکل سٹور مریدکے)

ضروری ہدایات

خبریں صاف اور مختصر لکھیں، وضاحت طلب امور کے لئے جوابی لفافہ بھیجیں • رپورٹیں ارسال نہ کی جائیں کردہ شائع نہیں کی جاتیں (ادارہ "الاعتصام")

بقیہ: تبصرۂ کتب

قابل قدر خدمت ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے البتہ بعض جگہ حوالوں کی تخریج کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اگر فاضل مترجم اس کا مزید اہتمام فرما لیتے تو کتاب کی علمی افادیت میں مزید اضافہ ہو جاتا، تاہم عوام کے لئے کتاب کا مطالعہ یقیناً بہت مفید اور ان کے علم و ایمان میں اضافے کا باعث ہے۔ کتاب بلا قیمت مذکورہ بالا پتے سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

WEEKLY AL-AITISAM LAHORE R.L. 5523